پروفیسر آل احمد سرور
کا
ایک خط

پروفیسر سرور نے تقسیم کے بعد سے اب تک مسلم یونیورسٹی کا پورا دور نہایت قریب سے اور محرم راز کی حیثیت سے دیکھا ہے اس لئے ذیل میں اڈیٹر برہان کے نام ان کا یہ خط شائع کیا جارہا ہے:

محترمی! تسلیم

برہان ایک عرصہ سے میرے پاس آتا ہے اور میں باقاعدہ اس کا مطالعہ کرتا ہوں، آپ کی تحریریں خاص طور سے دیکھتا ہوں، ادھر آپ نے علی گڑھ پر مضامین کا جو سلسلہ شروع کیا ہے۔ وہ شروع سے دیکھ رہا ہوں، تازہ شمارے (اگست ۱۹۷۳ء) میں آپ نے ذاکر صاحب کے دور اور ان کی خدمات کا جائزہ لیا ہے، یہ دیکھکر خوشی ہوئی کہ آپ نے ذاکر صاحب کی خدمات کا دو رخی جائزہ لیا ہے اور ان کی سیرت و شخصیت پر گہری نظر ڈالی ہے، میری ہمیشہ سے یہ رائے ہے کہ ذاکر صاحب نے علی گڈھ کے ساتھ جو کچھ کیا اس کا کماحقہ اعتراف نہیں ہوا، اور چونکہ میں انھیں خاصے قریب سے دیکھ

سکا ہوں اس لئے اعتماد کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ عام طور پر مسلمانوں نے ان کی شاندار خدمات کا اعتراف نہیں کیا۔ بلکہ اس سلسلہ میں احسان فراموشی تک کا ثبوت دیا ہے۔ ویسے غلطیاں تو سبھی سے ہوتی ہیں، مگر بلاشبہ آزادی کے بعد اور تقسیم کی وجہ سے جو مسائل پیدا ہوگئے تھے ان میں ذاکر صاحب نے علی گڑھ کو بچالیا، موجودہ احتجاج کے سلسلہ میں بھی آپ کا رویہ میرے نزدیک تعمیری تنقید کا ہے، امید ہے کہ یہ نقطۂ نظر مقبول ہوگا اور موجودہ تنگ نظر سیاست کی رو کو بدلے گا، میری مبارکباد قبول فرمائیے۔

مخلص آل احمد سرور

از علی گڑھ ۲۷ راگست ۷۳ء

اڈیٹر برہان:

مبارکباد کا شکریہ!

مقبول یار گشت نظیری کلام ما
بیہودہ صرف شکر نہ کردیم سودہ را

لیکن برہان میں ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب پر جو کچھ لکھا گیا ہے وہ نامکمل ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے زمانہ میں میں خود علی گڑھ میں نہ تھا، میں نے علی گڑھ پہونچ کر ڈاکٹر صاحب کے جو آثار باقیہ دیکھے برہان کا مضمون انہیں پر مبنی ہے، سوال یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے علی گڑھ قبل از وقت کیوں چھوڑا؟ اور وہ کیوں وہاں سے بیزار ہوکر گئے؟ پھر یہ بھی سنا جاتا ہے کہ آخر میں ان کے اور مولانا ابو الکلام آزاد کے تعلقات خوشگوار نہیں رہے تھے، مجکو اس سلسلہ میں جو کچھ معلوم ہے وہ بہت

ناقص ہے اور اس کا مرتبہ علم حصولی کا ہے، پروفیسر آل احمد صاحب سرور کو ان چیزوں کا علم حضوری ہے، اگر وہ ان کو لکھدیں تو برہان ان کو شائع کرنے میں بڑی مسرت محسوس کرے گا۔ اور ڈاکٹر صاحب پر برہان کے مضمون کی تکمیل ہو جائے گی، برہان کا یہ سلسلۂ مضامین یونیورسٹی کی اور خصوصاً یونیورسٹی بعد از تقسیم کی ایک تاریخی روئداد ہے، اسی وجہ سے بیرونی ممالک میں بھی اسے بڑی دلچسپی سے پڑھا جا رہا ہے، جنوبی افریقہ اور موریشش (جس کے سفرنامہ کے لئے شدید تقاضے چاروں طرف سے آرہے ہیں) سے تو میں ابھی آیا ہوں۔ وہاں کے مسلمانوں کو علی گڑھ کے ساتھ محبت نہیں عشق ہے، اسی وجہ سے برہان کا یہ سلسلۂ مضامین وہاں بھی بڑی دلچسپی اور شوق سے پڑھا جا رہا ہے اور ان حضرات نے ان مضامین کے انگریزی ترجمہ کو کتاب کی صورت میں چھاپنے پر ایک گرانقدر رقم کی پیش کش بھی کی ہے، بہرحال ان وجوہ سے میں چاہتا ہوں کہ تقسیم کے بعد سے اب تک یونیورسٹی کی پوری سرگذشت اپنے مشاہدات و تجربات کی روشنی میں کسی کی لاگ و رعایت اور جنبہ داری کے بغیر قلبند کر دوں تاکہ ایک طرف گورنمنٹ کو محسوس ہو کہ اس نے ۱۹۷۲ء کا ایکٹ نافذ کرکے کیا حماقت کی ہے اور دوسری جانب مسلمانوں کو بھی عبرت ہو کہ انھیں یونیورسٹی کے لئے اور اپنے بچوں کی اعلیٰ تعلیم کے لئے کرنا کیا چاہیئے تھا اور کیا کر رہے ہیں! اس بنا پر اگر پروفیسر آل احمد

سرور ڈاکٹر ذاکرحسین صاحب کے عہد سے متعلق مذکورہ بالا حصہ کو مکمل کردیں تو میں بہت شکر گذار ہوں گا۔

اسلام اور عصر جدید

اردو ، انگریزی

سالانہ چندہ میں رعایت

توسیع اشاعت کی غرض سے اعلان کیا جاتا ہے کہ جو صاحب ۳۱ دسمبر ۷۶ء تک خریدار بن جائیں گے ان سے سالانہ چندہ میں ایک تہائی کی رعایت کی جائے گی۔

اردو کا رسالہ "اسلام اور عصر جدید" بجائے پندرہ روپے کے دس روپے میں اور انگریزی کا جریدہ "اسلام اینڈ دی ماڈرن ایج" بجائے تیس کے بیس روپے میں صرف ایک سال کے لئے حاصل کیا جاسکتا ہے

پتہ

اسلام اینڈ دی ماڈرن ایج سوسائٹی جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵